پروفیسر محمد مسعود احمد

شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری۔ دہلی)

۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء —— ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء

حضرت مفتی محمد رحیم بخش ملقب بہ محمد مسعود شاہ (قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز) موطناً دہلوی، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب کئی واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت مخدومی[۱] رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نسباً صدیقی تھے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

—— اما بعد می گوید مسکین شیخ رحیم بخش دہلوی، ملقب بہ محمد مسعود نقشبندی صدیقی مجددی اما نی بن شیخ الٰہی بخش بن شیخ احمد دہلوی[۲] ——

لیکن ایک جگہ 'فاروقی' تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

—— اما بعد بندہ مسکین شیخ رحیم بخش دہلوی ملقب بہ محمد مسعود نقشبندی مجددی فاروقی[۳] ——

چونکہ بیشتر تحاریر میں حضرت مخدومیؒ نے 'فاروقی' تحریر فرمایا ہے اس لیے اغلب یہی ہے کہ حضرت

۱؎ ناموں کی تکرار کی وجہ سے مخففات استعمال کیے گئے ہیں: حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے لیے 'حضرت مخدومی'، حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے 'حضرت شاہ صاحب'، حضرت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے لیے 'حضرت صاحب'۔ اور حضرت مفتی محمد مظہر اللہ قدس سرہ کے لیے 'حضرت مفتی صاحب'۔

۲؎ محمد مسعود شاہ: فیوض محمدی و سلوک مسعودی (قلمی)، مکتوبہ محمد عظیم گوپاموی، شعبان المعظم ۱۳۱۰، ص ۱۔

۳؎ حمید الدین حیدر شاہ گنوری: اشارات عرفاں (۱۳۰۴)، مرتبہ شاہ وجیہ الدین گنوری۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی: ۱۳۱۶ / ۱۸۹۹، ص ۶۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں ہیں - علامہ اخلاق حسین دہلوی نے ماہنامہ عقیدت (نئی دہلی) میں ایک مقالہ حضرت مخدومی کے یکتائے روزگار پوتے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز پر بعنوان مفتی اعظم تحریر فرمایا تھا - اس میں حضرت مفتی صاحب کے سلسلہ نسب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"آپ حضرت جلال الدین تھانیسری (م - ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء) کی اولاد پاک تبار سے ہیں اور دلی کے جید عالم اور اہل قلم حضرت مفتی محمد مسعود شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ـــــ نامور پوتے ہیں[۵۴]"

حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نسباً فاروقی تھے - طریقۂ چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور خلافت بھی حاصل تھی - اپنے عہد کے کاملین اولیاء اللہ میں سے تھے[۵۵] حضرت ممدوح کی اولاد امجاد میں ہونا اس خیال کی توثیق کرتا ہے کہ حضرت مخدومی فاروقی تھے -

حضرت مخدومی کے والد ماجد شیخ الٰہی بخش دہلوی متمول اور صاحب اثر تھے - قاضی حوض - دہلی (۱۲۶۴ / ۱۸۴۷) سے مسجد جامع فتحپوری (۱۰۶۰ / ۱۶۵۰) آتے ہوئے بازار مسری والا میں شیخ موصوف کی حویلی تھی - حضرت مخدومی اسی حویلی میں ۱۲۵۰ / ۱۸۳۴ میں پیدا ہوئے - علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل علمائے دہلی سے کی اور ۲۲ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے - خود تحریر فرماتے ہیں :

"بعمر بست[۲۲] و دو سال از تحصیل علوم عربیہ و فنون ریاضیہ فراغت حاصل کردہ[۵۶]"

اتنی چھوٹی عمر میں علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنا حضرت مخدومی کی کمال ذہانت و فطانت کی دلیل ہے -

حضرت مخدومی کے سند حدیث کا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے آپ کے اساتذۂ گرامی میں صاحب مظاہر حق، نواب قطب الدین خان[۵۷] (۱۲۸۹/۱۸۷۲)

---

۵۴ علامہ اخلاق حسین دہلوی: "مفتی اعظم"، ماہنامہ عقیدت نئی دہلی، جولائی و اگست ۱۹۶۴، ص ۲۸

۵۵ برکات الاولیاء، ص ۸۰

۵۶ محمد مسعود شاہ: فیوض محمدی و سلوک مسعودی، (قلمی)، ص ۱

۵۷ نواب قطب الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات کے لیے یہ کتابیں مطالعہ کی جائیں :

(ا) سرسید احمد خان: تذکرۂ اہل دہلی، مرتبہ اختر جوناگڑھی - مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۵، ص ۸۳

(ب) ابو محمد سید عبدالعزیز: آثار دہلی - مطبوعہ مطبع حقانی، دہلی، ۱۹۱۱، ص ۴۷

(ج) مولانا رحمان علی: تذکرۂ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۳۲/۱۹۱۴، ص ۱۶۹

اور حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی[58] رحمہما اللہ تعالیٰ (۱۳۲۰/۱۹۰۲) قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں حضرات، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور نواسے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی[59] رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۲/۱۸۶۵) کے ارشد تلامذہ میں تھے۔

۱۲۷۲/۱۸۵۶ میں جب حضرت مخدومی تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو والدین وصال فرما چکے تھے، چنانچہ سنہ مذکور میں طلب معاش کے سلسلے میں پنجاب کا سفر کیا۔ ملتان میں تحصیلداری کے منصب پر بھی فائز ہوئے مگر جب مکان شریف (دربھڑ) ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، جاکر حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ[60] کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ

---

۵۸ مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات کے لیے یہ کتابیں مطالعہ کریں:

(ا) سر سید احمد خاں: آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی، ۱۲۶۲/۱۸۴۷

(ب) محمد ابراہیم میر سیالکوٹی: تاریخ اہل حدیث، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۳، ص ۴۲۵ تا ۴۳۲

۵۹ حضرت شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات کے لیے یہ کتابیں مطالعہ کی جائیں:

(ا) سر سید احمد خاں: آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی، ۱۲۶۲/۱۸۴۷، ص ۱۰۴

(ب) فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۰۸/۱۸۹۱، ص ۴۷۴

(ج) ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی: تراجم علمائے حدیث ہند، مطبوعہ دہلی، ۱۳۵۶/ ج ۱، ص ۱۱۹۔

۶۰ حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات کے سلسلے میں یہ ماخذ مطالعہ کیے جائیں:

(ا) امام علی شاہ: مرآۃ المحققین (قلمی)، کتب خانہ مولانا منظور احمد مکان شریفی۔ ساہیوال

(ب) امام بخش: حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، ڈیرہ غازی خاں، ۱۳۲۵، ص ۱۸۳

(ج) صوفی ابراہیم: خزینۂ معرفت (۱۳۵۰)، ص ۱۱۴

(د) محمد ہدایت علی: معیار السلوک (تالیف قبل ۱۹۳۲)، مطبوعہ کراچی، ص ۲۸۳

(ہ) ایضاً: احسن التقویم، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۶

(و) محمد امین شرقپوری: اولیائے نقشبند، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۳، ص ۱۵۷

حضرت مخدومیؒ نے تحفۃ السالکین (۱۲۸۰) کے دیباچے میں اپنے حالات پر اجمالی روشنی ڈالی ہے۔ ہم یہاں تلخیص و ترجمہ پیش کرتے ہیں:

"بائیس ۲۲ سال کی عمر میں علوم عربیہ اور فنون ریاضیہ سے فارغ ہونے کے بعد جب کہ والدین کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا تھا، ذاتی ضرورت اور دنیوی علائق کی وجہ سے طلب معاش کے سلسلے میں ملک پنجاب کی سیاحت کی اور ملازمت اختیار کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت سیدنا امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف حمیدہ سماعت میں آئے ——— آپ دور حاضر میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ بدخشاں، روم، ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے بکثرت لوگ آکر مستفیض ہوتے ہیں۔ آپ کے قبضہ میں فنا و الفناء ہے۔ صاحب کشف و کرامات ہیں۔ ایک نگاہ میں دل کھینچ لیتے ہیں۔ ایک نظر کرم سے قلب جاری فرما دیتے ہیں۔ مقامات علیا اور نسبت بے چونی کے حامل ہیں ان کے حضور جو طالب آتا ہے وہ نہ ولایت صغریٰ سے خالی جاتا ہے اور نہ ولایت کبریٰ سے۔ آپ کی نسبت، نسبت احدی ہے۔ آپ کا مشرب، مشرب محمدی ہے۔ نہ آپ کے قرب باطنی کی کوئی انتہا ہے اور نہ تصرف ظاہری کی۔ خُلق عظیم اور حلم عمیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ خاکساروں پر شفقت فرماتے ہیں۔ خطا کاروں سے درگزر فرماتے ہیں۔ حبیب خدا ہیں۔ منیب مصطفیٰ ہیں ——— ان اوصاف حمیدہ کو سن کر دل میں شوق و ولولہ پیدا ہوا اور قدم بوسی کی آرزو نے دل میں کروٹیں بدلیں۔ چنانچہ باطنی کشش نے کھینچا اور ان کے غلاموں میں شریک ہو گیا۔ مربیانہ توجہ اور فرزندانہ پرورش فرمائی۔ اس کے علاوہ عنایت بے پایاں سے اس فقیر کو نوازا کہ جس کا شکریہ تحریر و تقریر سے ممکن نہیں۔ یہاں تک کہ بغیر مجاہدہ و ریاضات کے اپنی ہمت اور حضرت کی نظر کیمیا اثر سے ایک سال کے اندر اندر درجہ تکمیل عطا فرمایا اور طالبین کی رشد و ہدایت کے لیے دہلی روانہ فرمایا۔"[۱]

حضرت مخدومیؒ کا ۲۴ سال کی عمر میں بیعت و خلافت سے سرفراز ہونا روحانی کمال کی دلیل ہے انھیں حضرات کے لیے علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

زمانہ سے کہ جسے آفتاب کرتا ہے انھیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

حضرت مخدومیؒ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ طریقت آں حضرت

۱۔ محمد مسعود شاہ: تحفۃ السالکین مسعودی مؤلفہ ۱۲۸۰ مکتوبہ محمد عظیم گوپاموی، شعبان المعظم ۱۳۱۰ ص ۱ و ۲۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان واسطوں سے پہنچتا ہے :

حضرت صدیق اکبر (م ۔ ۱۳ھ)، حضرت سلمان فارسی (م ۔ ۳۳ھ)، حضرت امام قاسم (م ۔ ۱۰۸ھ) حضرت امام جعفر (م ۔ ۱۴۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ حضرت بایزید بسطامی (م ۔ ۲۹۹ھ) [۱۲] حضرت ابوالحسن خرقانی (م ۔ ۴۲۵ھ)، حضرت بوعلی فارمدی (م ۔ ۴۷۷ھ)، حضرت یوسف ہمدانی (م ۔ ۵۳۵ھ)، حضرت عبدالخالق غجدوانی [۱۳] (م ۔ ۵۷۵ھ)، خواجہ عارف ریوگری (م ۔ ۷۱۵ھ)، حضرت ابوالخیر محمود فغنوی (م ۔ ۷۱۷ھ)، حضرت شاہ علی رامیتنی (م ۔ ۷۲۱ھ)، حضرت بابا سماسی (م ۔ ۷۵۵ھ)، خواجہ سید کلال (م ۔ ۷۷۲ھ)، شاہ بہاؤالدین نقشبند (م ۔ ۷۹۱ھ)، حضرت یعقوب چرخی (م ۔ ۸۵۱ھ)، حضرت شاہ عبیداللہ احرار (م ۔ ۸۹۵ھ)، خواجہ محمد زاہد (م ۔ ۹۳۶ھ)، خواجہ محمد درویش (م ۔ ۹۷۰ھ)، حضرت خواجہ امکنگی (م ۔ ۱۰۰۸ھ)، حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۔ ۱۰۱۲ھ)، حضرت مجدد الف ثانی (م ۔ ۱۰۳۴ھ)، حضرت خواجہ محمد معصوم (م ۔ ۱۰۷۹ھ)، حضرت خواجہ عبدالاحد (م ۔ ۱۱۴۲ھ)، حضرت شاہ محمد حنیف (م ۔ ۱۱۳۳ھ)، حضرت شاہ محمد زکی رازداں (م ۔ ۱۱۴۳ھ)، خواجہ محمد مظہری سندھی (م ۔ ۱۱۴۹ھ)، خواجہ محمد زماں (م ۔ ۱۱۸۸ھ)، حضرت حاجی احمد متقی، حضرت حاجی شاہ حسین (م ۔ ۱۲۴۴ھ)، حضرت امام علی شاہ (م ۔ ۱۲۸۲ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت مخدومیؒ کو دہلی روانہ فرماتے وقت جو اجازت نامہ مرحمت فرمایا تھا وہ حضرت شاہ صاحبؒ کے مطبوعہ مکتوبات شریف (مطبوعہ لاہور، ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) کے صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۷ پر موجود ہے ۔ اس کے مطالعہ سے حضرت مخدومیؒ کی عظمت و شان کا اندازہ ہوتا ہے ۔

دہلی تشریف لانے کے بعد حضرت مخدومیؒ کئی بار حضرت شاہ صاحب کی زیارت سے

---

۱۲ و ۱۳ حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت ابوالحسن خرقانی کے درمیان کافی فصل زمانی ہے ۔ اسی طرح حضرت عبدالخالق غجدوانی اور خواجہ عارف ریوگری کے درمیان بھی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان کی ایک دو کڑیاں رہ گئی ہیں ۔ (حضرت مخدومیؒ کے شجرے میں یہی ترتیب ہے ۔ ممکن ہے کہ ان حضرات کی عمریں غیر معمولی ہوں ۔)

لیے مکان شریف تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کے درمیان مراسلت بھی ہوئی۔ حضرت مخدومی کا ایک مکتوب گرامی حضرت شاہ صاحب کی اولاد امجاد میں مولانا منظور احمد صاحب کے پاس ساہیوال میں محفوظ ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ صاحب کا مکتوب گرامی محولہ بالا مطبوعہ مکتوبات شریف کے صفحہ ۱۹ پر موجود ہے۔ اس مکتوب گرامی میں حضرت شاہ صاحب نے حضرت مخدومی کو جن القاب سے یاد فرمایا ہے اس سے ان کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا صحیفۂ گرامی اس طرح شروع ہوتا ہے:

"مظہر صفات ربانی، مورد اخلاق سبحانی، صدر مسند ارشاد و ہدایت، جامع نعوت ولایت، فضائل و کمالی مرتبت، مولوی محمد مسعود سلمہ اللہ تعالیٰ و بارک فیما اعطاہ[14]۔۔۔۔۔"

مختلف تذکرہ نگاروں نے حضرت مخدومی کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً مولانا محمد ہدایت علی جے پوری تحریر فرماتے ہیں:

"بڑے بڑے عالم و فاضل آپ کے (حضرت شاہ صاحب) حلقہ میں حاضر ہو کر نور باطن اخذ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی مفتی محمد مسعود صاحب پیش امام مسجد فتحپوری واقع دہلی آپ کے ہی اعظم خلفاء میں سے ہیں اور مفتی صاحب کے بھی جو خلفاء ہوئے وہ بھی بفضلہ تعالیٰ بابرکت صاحب نسبت بزرگ ہوئے[15]۔"

صوفی محمد ابراہیم نے بھی خزینۂ معرفت (۱۳۵۰/۱۹۳۱) میں حضرت مخدومی کا ذکر صفحہ ۱۲۳ پر کیا ہے۔

مکان شریف (رتڑ چھتڑ) سے دہلی تشریف لانے کے بعد حضرت مخدومی نے حضرت مولانا حیدر شاہ خاں رح خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری دہلی[16] کی صاحبزادی سے عقد

---

[14] امام علی شاہ: مکتوبات شریف، مطبوعہ لاہور، ۱۳۵۹/۱۹۴۰، ص ۱۹

[15] محمد ہدایت علی: معیار السلوک، مطبوعہ کراچی، ص ۳۰۱

[16] مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد جامع فتحپوری سنہ ۱۰۶۰/۱۶۵۰ میں شاہ جہاں بادشاہ کی زوجہ نواب فتحپوری بیگم نے تعمیر کرائی تھی۔ مگر یہ مسجد اپنی ساخت کے اعتبار سے جامع مسجد شاہجہانی سے کچھ قدیم معلوم ہوتی ہے جو اس سنہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی۔ مسجد فتحپوری کے تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ کی جائیں:

(باقی اگلے صفحہ پر)

کیا۔[۱۵] حضرت مولانا حیدر شاہ خاں رح کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت مولانا غلام مصطفیٰ خاں رح منصب امامت و خطابت پر فائز ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد چونکہ ان کی اولاد میں کوئی جانشین نہیں تھا اس لیے مسجد فتحپوری کی امامت و خطابت مولانا حیدر شاہ خاں رح کے فرزند نسبتی اور مولانا غلام مصطفیٰ خاں رح کے برادر نسبتی حضرت مولانا محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل ہو گئی۔ حضرت مخدومی رح کی ذات گرامی سے یہ شاہی مسجد علمیت اور روحانیت کا مرکز بنی اور بڑی ناموری حاصل کی۔ آپ نے یہاں خانقاہ مسعودیہ کی بنیاد رکھی۔ درس حدیث شروع کیا اور ہزاروں طالبین کو علمی اور روحانی طور سے مستفیض فرمایا۔ پچیس تیس برس تک یہ فیض جاری رہا۔ یہ آپ ہی کا فیضان ہے کہ آج بھی مسجد فتحپوری میں مدرسہ عالیہ قائم ہے جہاں سے ہزاروں طلبہ علم و دانش کی دولت حاصل کرتے ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

(ا) سر سید احمد خاں: آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی، ۱۲۶۳/۱۸۴۷، ص ۵۶

(ب) محمد عبد الغفور: آثار المتاخرین (مؤلفہ ۱۲۹۱/۱۸۷۴) مطبوعہ دہلی، ۱۲۹۲/۱۸۷۵۔

(ج) منشی بلاقی داس: غنچۂ عشرت (قلمی)، نقل نسخہ مطبوعہ میسور پریس دہلی، ۱۸۸۶، ص ۳۷

(د) میرزا حیرت دہلوی، چراغ دہلی، مطبوعہ کرزن پریس، دہلی۔ ۱۹۰۳۔ ص ۲۵۱ تا ۲۵۴

(ہ) سید احمد دہلوی: یادگار دہلی، مطبع احمدی دہلی، ۱۳۲۲/۱۹۰۵، ص ۱۵۴

(و) بشیر الدین احمد: واقعات دار الحکومت دہلی۔ جلد سوم مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۷/۱۹۱۹، ص ۲۲۲ تا ۲۴۶

۱۵ مولانا حیدر شاہ خاں کی دوسری صاحب زادی سید علی اکبر صاحب (ڈپٹی کلکٹر) سے منسوب تھیں۔ آپ بھی حضرت شاہ صاحب رح سے بیعت تھے اور سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت حاصل تھی۔ ۱۳۱۰/۱۸۹۲ کے قریب وصال ہوا۔ آپ کے والد ماجد مولوی فرزند علی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ کے اجداد غزنی سے ہندوستان آئے اور گورکھپور میں آکر بس گئے۔ مولوی فرزند علی رح وہاں سے دہلی تشریف لائے۔ ۱۸۵۲/۱۲۶۹ کے قریب وصال ہوا۔ آپ کے صاحب زادگان میں یہ قابل ذکر ہیں: سید اکبر علی، سید امیر علی (ڈپٹی کمشنر فیروز پور) سید وزیر علی (وزیر اعظم ریاست نابھہ)۔

حضرت مخدومیؒ کا مسلک فکر موجودہ تمام مسالک فکر سے بالاتر ہے۔ چونکہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے فیض حاصل کیا ہے اس لیے مسلک ولی اللہی پر عامل ہیں۔ دوسرے مکاتب فکر جن مدارس سے نکلے ان کی بنیاد حضرت مخدومیؒ کے آخری دور میں پڑی۔ مثلاً مولانا قاسم نانوتویؒ نے ۱۲۸۲/۱۸۶۷ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی۔ سرسید احمد خاں (م۔ ۱۳۱۶/۱۸۹۸) نے ۱۲۹۲/۱۸۷۵ میں علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی۔ مولانا شبلی نعمانی (م۔ ۱۳۳۲/۱۹۱۳) نے ۱۳۱۶/۱۸۹۸ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کی بنیاد رکھی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م۔ ۱۳۴۰/۱۹۲۱) نے غالباً حضرت مخدومیؒ کے وصال کے بعد بریلی میں مدرسہ منظر الاسلام کی بنیاد رکھی۔

حضرت مخدومیؒ کی بکثرت تصانیف ہیں جن سے ان کے فقہی اور علمی نظریات کا علم ہوتا ہے۔ آپ کی زیادہ تر تصانیف فقہ اور تصوف سے متعلق ہیں۔ اکثر ابھی تک شائع نہ ہوسکیں۔ انشاء اللہ ایک علیحدہ مقالے میں ان تصانیف پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔ سردست ان کی ایک اجمالی فہرست پیش کی جاتی ہے:

۱۔ فیوض محمدی و سلوک مسعودی (قلمی) مؤلفہ ۱۲۸۰/۱۸۶۳۔ مکتوبہ محمد عظیم گوپاموی ۱۳۱۱/۱۸۹۳

۲۔ دُرّۃ الیتیم فی القرآن العظیم، (مؤلفہ ۱۲۸۵/۱۸۶۸)، مطبوعہ محمود المطابع، دہلی، ۱۲۹۹/۱۸۸۱۔

۳۔ مکتوبات مسعودی (قلمی)، ۱۲۹۰/۱۸۷۳ تا ۱۳۰۷/۱۸۸۹۔

۴۔ فتاوی مسعودی (قلمی)، ۱۲۹۰/۱۸۷۹ تا ۱۳۰۴/۱۸۸۶ (یہ مجموعہ اس لیے بھی قابل قدر ہے کہ اس میں بعض فتوے مصنف علیہ الرحمہ کے خود نوشتہ ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہیں)۔

۵۔ رسالہ سماع موتی (قلمی)، ۱۳۱۰/۱۸۹۲ مکتوبہ محمد عظیم گوپاموی۔

۶۔ رسالہ وجدیہ (قلمی)، مکتوبہ محمد عظیم گوپاموی۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۱ مطابق ۶ راکتوبر ۱۸۹۳۔

۷۔ رسالہ سماع و غنا (قلمی)، مکتوبہ محمد عظیم گوپاموی۔ ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۱ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۳۔

۸۔ رسالہ آداب السلوک (قلمی)، مکتوبہ محمد عظیم گوپاموی، ۱۳۱۱/۱۸۹۳

۹۔ رسالہ رد ثمانیہ، مطبوعہ دہلی۔

۱۰۔ آداب سالک، مطبوعہ مطبع علمی، دہلی۔

حضرت مخدومیؒ سنہ ۱۲۷۳/۱۸۵۶ء میں مرکان شریف سے سند خلافت لے کر دہلی تشریف لائے اور مسجد جامع فتحپوری کو مرکز قرار دیا۔ سنہ ۱۲۷۳ سے ۱۳۰۹ تک تیس سال سے زیادہ عرصہ تک مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے رہے اور بالآخر۔ ۱ رجب المرجب ۱۳۰۹/۱۸۹۲ء کو بعمر ۹۵ سال بروز بدھ صبح نو بجے دہلی میں وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؏

ہے ہے بجھا ہے چراغ دہلی

۱۳۰۹ھ

ایک قطعہ تاریخ وفات بھی ملتا ہے جو غالباً حضرت مخدومیؒ کے خلیفہ مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

مسعود شہ، فرد جہاں ہم شمع بزم عارفاں
محبوب رب لم یزل صلوا علیہ وآلہ

نشان نبی، جاہ علی، ہم نور حق سر تا بپا
برہان ایمان وملل حسنت جمیع خصالہ

صیت نوالش چار سو من فیضہ لا تقنطوا
بدر الدجی صدر الاجل، کشف الدجی بجمالہ

برداشت از عالم قدم، پے سال وصلش از عدم
سعدی بگفتا از ازل بلغ العلی بکمالہ

حضرت مخدومیؒ کا مزار مبارک، درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلی میں شمال مغرب کی طرف ایک احاطہ میں واقعہ ہے۔ سرہانے سنگ مرمر کا ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے:

حضرت مسعود، غوث وقت، قطب الاولیاء
کاشف سر حقیقت، در شریعت مقتدا

کرد رحلت جست تاریخش جمیلی دل بگفت
بانگو شیخ المشائخ (۱۸۹۲) یا چراغ دین ما (۱۳۰۹)[18]

حضرت مخدومیؒ کے مریدین و معتقدین پاک و ہند کے مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے تھے۔ آپ کے خلفاء علمیت اور روحانیت دونوں کے جامع تھے۔ چند خلفاء کے اسمائے گرامی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہوئے جن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:

۱۔ حضرت مولانا حمید الدین حیدر شاہ گنوری ملقب بہ "محبوب یزداں" قدس سرہ العزیز

---

۱۸ بشیر الدین احمد: واقعات دار الحکومت دہلی، جلد سوم۔ مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۷/۱۹۱۹، ص ۵۲۰

۲ - حضرت مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

۳ - حضرت مولانا شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

۴ - حضرت مولانا قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ

۵ - حضرت مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ

۶ - حضرت مولانا رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حمید الدین حیدر شاہ گنوری رح، حضرت مخدومی رح کے خلفاء میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ ۱۲۸۲/۱۸۶۵ میں آپ کو سند خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔ آپ صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ آپ کی تصنیف اشارات عرفان (۱۳۰۴/۱۸۸۶) آپ کی علمیت پر شاہد ہے۔ بقول مصنف علیہ الرحمۃ اس کتاب کے مسودہ پر حضرت مخدومی رح نے نظر ثانی فرمائی تھی۔ یہ کتاب حکیم سید وحید الدین (ریواڑی) نے مطبع مجتبائی، دہلی سے ۱۳۱۶/۱۸۹۹ میں طبع کرا کے شائع کی۔

اشارات عرفاں میں حضرت مخدومی رح کے اجازت نامہ کی نقل بھی شامل ہے جو ۱۰ رجمادی الاوّل ۱۲۸۲/۱۸۶۵ کو عنایت فرمایا گیا۔ اس کو پڑھ کر مولانا حمید الدین گنوری کے علوِ شان کا علم ہوتا ہے۔

کتاب مذکور میں حضرت مخدومی رح کا ایک مکتوب گرامی بھی نقل کیا ہے جو ممدوح نے مولانا حمید الدین علیہ الرحمۃ کو ارسال فرمایا تھا۔ اس مکتوب میں جن القاب سے نوازا گیا ہے اس سے بھی مولانا ئے موصوف کی روحانی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مکتوب ان القاب کے ساتھ شروع ہوتا ہے:

"حقیقت مآب، طریقت انتساب، معدن فیوض الٰہی، مورد انوار صمدانی، شاکر نعمائے رحمانی، صابر و موارد رحیمی، قانع اعطائے معطی، مشرف بطعنائے محبوب یزدانی، مجاہد فی سبیل اللہ، ہادی الطریق الی اللہ، ماحی نقش ماسوا معتقد میاں حمید الدین بارک اللہ فیوضہ [۱۵]"

حضرت مولانا حمید الدین علیہ الرحمۃ کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔ نہ یہ معلوم ہو سکا کہ موصوف نے کہاں اور کب وصال فرمایا۔

حضرت مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدومی رح کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں

---

۱۵ حمید الدین حیدر شاہ: اشارات عرفاں، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۱۶/۱۸۹۹، ص ۸

موصوف کی خلافت کا حال اس مکتوب گرامی سے ظاہر ہوتا ہے جو حضرت مخدومی رحمہ نے ان کو دہلی سے کسی دوسرے مقام پر ارسال فرمایا تھا۔ اس مکتوب میں طریقۂ بیعت کا تفصیلی ذکر ہے۔[۵۲] معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجازت حضرت مولانائے موصوف کو عالمِ سفر میں ملی۔

حضرت مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ جوانی میں ۱۳۰۷/ ۱۸۸۹ میں وصال فرمایا۔ اس لیے مخلوقِ خدا کو زیادہ فیض یاب نہ فرما سکے لیکن آپ کے عالی قدر صاحب زادے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری دہلی (م- ۱۳۸۶/ ۱۹۶۶) قدس سرہ العزیز سے روحانی اور علمی فیض کے چشمے اُبلے ہیں۔ ستر سال تک فیض جاری رہا۔ پاک و ہند کے بہت کم علماء و صوفیہ اتنے طویل عرصہ تک فیض رساں رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کا وصال حضرت مخدومی رحمہ سے دو سال قبل ۱۲؍ شعبان المعظم ۱۳۰۷ کو دہلی میں ہوا۔ مزار مبارک درگاہ خواجہ باقی باللہ کے آبائی احاطہ میں حضرت مخدومی رحمہ کے آغوش میں ہے۔ حضرت مخدومی رحمہ نے مادۂ تاریخ اس آیت سے نکالا ہے:

قد فاز فوزاً عظیماً ــــــ (۱۳۰۷)

حضرت مولانا رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے متبحر علماء اور کاملین صوفیہ میں سے تھے۔ ۱۳۰۴/ ۱۸۸۶ میں حضرت مخدومی رحمہ نے آپ کو سندِ خلافت سے نوازا۔ آپ کی ذات والاصفات سے پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مسعودیہ کی جو اشاعت ہوئی ہے وہ کسی دوسرے خلیفہ کے حصے میں نہیں آئی۔ حضرت مخدومی رحمہ خود فرماتے تھے کہ "جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسلام کی اشاعت ہوئی ہے اسی طرح مولانا رکن الدین رحمہ سے ہمارے سلسلے کی اشاعت ہوگی۔"

حضرت صاحب رحمہ کے صاحب زادے حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب مدظلہ العالی نے آپ کے حالات میں عرصہ ہوا ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کا نام ہے:

"مصباح السالکین فی احوال رکن الملّت والدین"

یہ کتاب سنہ ۱۳۵۵/ ۱۹۳۶ میں دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ تفصیلی حالات کے لیے اس کا مطالعہ

---

[۵۲] مکتوبات مسعودی (قلمی)، ص ۱۸۸ و ۱۸۹

کیا جائے۔

حضرت مفتی محمد محمود صاحب کتاب مذکور میں حضرت صاحبؒ کی بیعت کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الحمدللہ ایسا ہی مرشد کامل حضرت کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جن کی ذات گرامی ان تمام انوار الٰہی سے روشن تھی جو علم ظاہر اور علم باطن میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ وہ کون سید الاصفیاء، برہان الاتقیاء، امام العارفین، قدوۃ المحققین حضرت مولانا شاہ رحیم بخش الملقب بہ محمد مسعود شاہ صاحب مفتی شہر دہلی و خطیب مسجد شاہی جامع فتحپوری، دہلی ہیں۔ الور میں آپ کی آمد آمد کا شاہانہ غلغلہ بلند ہوا۔ حضرت زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ انوار الٰہی سے دل متاثر ہوا۔ بیعت ہو گئے۔"[۲۱]

حضرت صاحبؒ کا مختلف تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً مولانا محمد ہدایت علی جے پوری تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی صاحب (محمد مسعود شاہ) کے خلفاء میں خاص خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری مدفیوضہٗ ہیں جن کا فیض اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ علاوہ القائے انوار باطن کے اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت و کلام میں تاثیر عنایت فرمائی ہے کہ اکثر بیسیوں غیر مذاہب کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے اپنے دلوں کو نور باطن سے منور کر لیا۔ —— حضرت مولوی مسعود صاحب کی تعریف کیا کی جائے کہ جن کے مرشد سید صاحب (امام علی شاہ) جیسے ہوں اور ان کے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین صاحب جیسے ہوں۔"[۲۲]

حضرت صاحبؒ صاحب نسبت بزرگ ہی نہیں صاحب علم بھی تھے۔ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ تصانیف میں یہ قابل ذکر ہیں:

۱۔ رسالہ رکن دین (کتاب الصلوٰۃ) مطبوعہ دہلی۔

۲۔ توضیح العقائد، مطبوعہ دہلی۔

۳۔ روح الصلوٰۃ، ایضاً

---

۲۱ مفتی محمد محمود: مصباح السالکین، مطبوعہ دہلی، ص ۶

۲۲ محمد ہدایت علی: معیار السلوک و دافع الاوہام و الشکوک، مطبوعہ کراچی، ص ۱۰۲ (تالیف قبل ۱۳۵۵/ ۱۹۳۶)

سب سے مشہور تصنیف رسالہ رکن دین ہے جس کے بے شمار اڈیشن پاک و ہند کے گوشہ گوشہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس رسالے میں نماز سے متعلق فقہی مسائل کو دلنشین انداز سے بیان فرمایا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ (کتاب الصیام) جس میں روزوں اور ان کی اقسام کا تحقیق و تدقیق کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے حضرت صاحبؒ کے عالی قدر صاحب زادے مفتی محمد محمود صاحب نے تصنیف فرمایا ہے، اور سچ یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ یہ جلد حیدرآباد (مغربی پاکستان) سے ایک دو سال ہوئے کہ شائع ہوئی ہے۔

حضرت صاحبؒ شعر و سخن کا نکھرا ہوا ذوق رکھتے تھے۔ گو عادتاً شعر نہیں کہا کرتے تھے لیکن کبھی کبھی عالم بے خودی میں فی البدیہہ شعر فرمایا کرتے تھے۔ جب زیارت حرمین شریفین کا ذوق و شوق دامن گیر ہوا تو بے ساختہ زبان مبارک سے یہ اشعار نکلے:

کوئی بھی دل لگی نہیں دل کی — کس طرح سے بجھے لگی دل کی

کیا سبب ہے، بلا سبب تو نہیں — آگ جو بھڑکی ہے دبی دل کی

کوئی تو پوچھے کیوں کھلا — کل تو اچھی تھی یہ کلی دل کی

ایک ایک لفظ سے محبت و عشق کی بو آرہی ہے، جو کچھ کہا ہے ڈوب کر کہا ہے، شاعر کی یہ تعریف حضرت صاحب علیہ الرحمہ پر صادق آرہی ہے ؎

اللہ اللہ ہستیٔ شاعر — قلب غنچہ کا آنکھ شبنم کی

واقعی تاثیر کے لیے "دل گداختہ" ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں تو بزم سخن بے فروغ ہے۔

حضرت صاحبؒ کی اولاد امجاد میں صرف حضرت مفتی محمد محمود صاحب مدظلہ العالی بقید حیات ہیں۔ ۱۹۴۷ میں ریاست الور سے ہجرت کر کے حیدرآباد (مغربی پاکستان) آکر مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ الور میں آپ کا کتب خانہ قابل دید تھا۔ نوادرات کا اچھا ذخیرہ تھا۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب کے غیر مطبوعہ فارسی خطوط کا بھی ذخیرہ تھا جو حضرت مفتی صاحب موصوف کے نانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام مرزا غالب نے لکھے تھے۔ افسوس یہ سب نوادرات گردش زمانہ کی نذر ہو گئے۔

حضرت مفتی صاحب متبحر عالم ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہیں اور انھیں سے خلافت بھی ملی ہے۔ پاک و ہند کے اکثر مقامات پر ان کے مریدین پھیلے ہوئے ہیں۔ اس دور میں ان کی

ہستی منقبات میں سے ہے۔ خلق خدا کی بے لوث خدمت کرنا اور صلہ رحمی کے ساعی رہنا ان کی سیرت کے وہ جواہر ہیں جو دور جدید میں کم یاب ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے علمی اور روحانی فیض کو جاری رکھے۔ آمین

حضرت صاحبؒ کے بہت سے خلفاء ہیں۔ یہ قابل ذکر ہیں:

۱۔ مولانا ارشاد علی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت مولانا مفتی اعظم محمد مظہر اللہ شاہی امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی۔ قدس سرہ العزیز

۳۔ حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب دامت برکاتہم العالی (مقیم حیدرآباد)

۴۔ مولانا صوفی اخلاق احمد صاحب مدظلہ العالی (مقیم احمد آباد)

۵۔ قاضی علی اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جھالاواڑ)

۶۔ حافظ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بھٹنڈہ)

حضرت صاحبؒ کا وصال ۲۱ شوال المکرم ۱۳۵۵ کو شہر الور میں ہوا۔

حضرت مخدومیؒ کے دوسرے خلفاء کے حالات فراہم نہ ہو سکے۔

حضرت مخدومیؒ کے پانچ صاحب زادگان تھے۔ حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۰۷/۱۸۸۹) ان کا ذکر خلفاء کے ذیل میں آگیا ہے۔ یہ حضرت مخدومی کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔ دوسرے صاحب زادے حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ ہیں۔ آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل حضرت مخدومیؒ سے کی ــــــ ۱۳۰۹ میں حضرت مخدومیؒ کے وصال کے بعد مسجد جامع فتحپوری دہلی کے منصب امامت وخطابت پر فائز ہوئے۔ ۱۳۱۱ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ تیسرے اور چوتھے صاحب زادے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب اور مولانا عبدالرشید صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے ان دونوں حضرات کا ذکر عزت واحترام کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ مولوی سید احمد نبیرۂ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

"اس میں (کلی مردھاتی) مولوی عبدالرشید امام مسجد فتحپوری و مولوی عبدالمجید صاحب کا مکان ہے۔ دونوں نہایت نیک بخت خوش اخلاق، ذہین، ذکی، تیز طبع ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم امام مسجد فتحپوری، دہلی کے صاحب زادے ہیں، جو بہت بڑے عالم اور درویش تھے۔ نقشبندیہ خاندان میں مرید کرتے تھے۔ فتویٰ نویسی میں مشہور تھے۔" [۵۲۳]

۵۲۳ سید احمد: یادگار دہلی، مطبع احمدی، دہلی۔ ۱۳۲۳/۱۹۰۵، ص ۱۷۵

اسی طرح عبدالعزیز سلفی لکھتے ہیں :

"اس سے (کمرہ زینت محل) آگے بڑھ کر گلی مردھانی میں جناب مولانا صوفی عبدالرشید صاحب امام مسجد فتحپوری کا مکان ہے۔ آپ بڑے عالم، نہایت متقی، پرہیز گار، اپنے والد ماجد مولانا مفتی رحیم بخش مرحوم نقشبندی کے جانشین و خلیفہ ہیں۔"[۵۲۴]

جب مولانا احمد سعیدؒ کا مدینہ منورہ میں وصال ہوگیا تو ان کی جگہ مولانا عبدالرشید صاحبؒ مسجد فتحپوری میں امامت فرماتے رہے۔ بعد میں آپ سبکدوش ہو گئے اور آپ کے بھتیجے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ اس منصب پر فائز ہوئے اور ساٹھ ستر سال امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے اجمیر شریف تشریف لے گئے تھے۔ متبحر عالم اور نامی گرامی طبیب تھے۔ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف میں ایک عرصہ درس دیتے رہے ۱۳۶۳/۱۹۴۴ میں اجمیر شریف میں آپ کا وصال ہوا۔ تاراگڑھ پہاڑ کے دامن میں مزار مبارک ہے۔ مولانا عبدالرشید صاحبؒ کا وصال ۱۹۴۷/۱۳۶۶ میں دہلی میں ہوا۔ مزار مبارک دہلی کے قدیم قبرستان قدم شریف میں ہے۔ آخری صاحب زادے مولانا قاری حبیب اللہ صاحب فسادات ۱۹۴۷ کے بعد دہلی سے ہجرت کر کے اجمیر شریف آگئے پھر وہاں سے پاکستان ہجرت کر آئے اور حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ ۱۳۸۱/۱۹۶۱ میں یہیں وصال فرمایا۔ نہر پھلیلی کے کنارے آپ کا مزار مبارک ہے۔

حضرت شاہ محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر پوتے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری دہلی کی ذات گرامی سے خاندان مسعودیہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ حضرت مفتی صاحب کی ذات والا صفات سے مسجد فتحپوری علمیت اور روحانیت کا سرچشمہ بنی اور تقریباً ساٹھ ستر سال تک فیض جاری رہا۔ حضرت مفتی صاحب جامع العلوم تھے۔ تفسیر و حدیث، تاریخ و تصوف، منطق و فلسفہ، علم المواقیت و علم الفرائض پر گہری نظر تھی۔ فقہ کی جزئیات پر جو عبور تھا اس کو ہر مکتب فکر کے

---

۵۲۴ سید عبدالعزیز: آثار دہلی، مطبع حقانی، دہلی۔ ۱۹۱۱، ص ۷۴

علماء نے تسلیم کیا ہے۔ آپ کے بے شمار فتوے پاک و ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ فتاویٰ مظہری کے نام سے جمع و تدوین کا کام ہو رہا ہے۔ آپ کا حلقۂ ارادت بڑا وسیع ہے۔ پاک و ہند کے ہر گوشہ میں ارادت مند موجود ہیں۔ بکثرت خطوط مریدین و معتقدین کے پاس محفوظ ہیں۔ تقریباً پانچ سو مکاتیب گرامی اب تک جمع کیے جا چکے ہیں۔ اسی قدر اور معلوم ہوئے ہیں۔ مزید ایک ہزار مکاتیب کی اور توقع ہے۔ یہ خطوط مکاتیب مظہری کے نام سے شائع کیے جائیں گے۔ ان کی اشاعت کے بعد اردو خطوط کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو گا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی علمی تصانیف میں چند رسائل بھی ہیں جو گذشتہ پچاس برس کے عرصہ میں شائع ہوتے رہے۔ انشاء اللہ یہ تمام تفصیلات ایک علیحدہ مقالے میں قلم بند کی جائیں گی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا وصال ۸۵ سال کی عمر میں ۲۴ ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ مطابق ۲۸ ر نومبر ۱۹۶۶ میں دہلی میں ہوا۔ مزار مبارک مسجد جامع فتحپوری کی قدیم درگاہ حضرت میراں نانو شاہؒ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

تعمیر شخصیت

(از میاں عبدالرشید)

قرآن پاک تعمیر شخصیت کے لوازم کو موثر اور عام فہم پیرایہ میں بیان کرتا ہے اور رسول مقبول صلعم کا مقرر کردہ ضابطۂ حیات (شریعت محمدی) تعمیر شخصیت کے لیے آسان، مختصر اور جامع پروگرام ہے اس کتاب میں اسی چیز کو جدید نظریات کی روشنی میں موثر اور دل نشین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

صفحات ۳۱۲ ۴/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور